تحقیق و تنقید — قسط ۳ — مولانا محمد فضل سلفی

مستشرقِ ہندی کے ناکارہ وارث اور خطبہ حجۃ الوداع

سطورِ بالا سے ظاہر ہے کہ طلوعِ اسلام کے "باباجی پرویز مرحوم" قرآنِ مجید سے بھی مخلص نہیں تھے۔ ورنہ وہ قرآنِ مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے تصاویر تیار کرانے کے ذکر سے، اگر "تصویر کے جواز" پر استدلال کر سکتے ہیں، تو بالکل اسی طرزِ استدلال کے مطابق، قرآنِ مجید میں حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی کے ذکر سے، "داڑھی کی شرعی حیثیت" بھی واضح ہو رہی ہے۔ پھر قرآنِ مجید گود میں رکھ کر اس "مفسرِ قرآن" کا داڑھی منڈائے ہوئے فوٹو اتروانا آخر کیا معنی رکھتا ہے؟ چنانچہ جب خود قرآنِ مجید سے ان لوگوں کا یہ سلوک ہے، تو ان کی طرف سے احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت و قبولیت کے لئے، ان کی قرآنی تعلیمات سے مطابقت کی شرط لگانا بھی نرا دھوکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع کی روایات، کہ جن کا ایک ایک جملہ قرآنی تعلیمات کی منہ بولتی تصویر ہے، پرویز اور اس کے ناکارہ وارثوں کی نظروں میں جچنے سے قاصر رہی ہیں ـــــ اور ہماری اس تحریر کا محور یہی ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع کی مطابقت قرآنِ مجید کی تعلیمات سے ثابت کی جائے!

چنانچہ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

۱۴۔ "جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے، اور جو غلام اپنے مولیٰ کے سوا کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے: اس پر خدا کی لعنت ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ بیٹے کا غیر باپ کی طرف، اور غلام کا غیر مولیٰ کی طرف اپنے کو منسوب کرنا واضح غلط بیانی اور جھوٹ ہے۔ اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے ـــــ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ" (آلِ عمران: ۶۱)

جبکہ سورۃ الاحزاب کی درج ذیل آیت میں بھی اس فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید موجود ہے کہ:

"اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ" (الاحزاب: ۵)

"یعنی جنہیں تم فرطِ محبت سے بیٹا کہہ دیتے ہو، بہتر یہی ہے کہ تم انہیں ان کے باپ کی طرف منسوب کر کے (ابنِ فلاں) کہہ کر پکارو۔ یہ بات قانونِ خداوندی کی رُو سے زیادہ قرینِ عدل ہے۔" (مفہوم القرآن۔ پرویز۔ ۳/۳۶۴)

۱۵۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"ہاں عورت کو اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ دینا جائز نہیں!"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" (الانفال: ۲۷)

"اے جماعتِ مومنین! تم نہ تو نظامِ خداوندی (خدا اور رسول) سے کسی قسم کی خیانت کرو اور نہ ہی ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں، جو تمہارے سپرد کی جائیں۔ تم جانتے ہو ایسا کرنے کا نتیجہ کیا ہوگا؟" (قرآنی قوانین۔ پرویز۔ صـ ۱۲۲)

نیز فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۔۔۔ الاٰیۃ" (النساء: ۵۸)

"یعنی امانت ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دو۔"

(قرآنی قوانین۔ پرویز۔ صـ ۱۲۲)

لہٰذا بیوی کا خاوند کے مال سے، اس کی اجازت کے بغیر کسی رشتہ دار یا غیر کو دینا امانت داری کے خلاف ہے۔ کیونکہ خاوند اپنا مال بیوی کو امانت دار سمجھ کر اس کے حوالے کرتا ہے۔ ضروری ہے کہ یہ مال اس کے اصل مالک کو ٹھیک ٹھیک لوٹا دیا جائے، ورنہ یہ خیانت ہوگی اور جس کی قرآن مجید اجازت نہیں دیتا ۔۔۔ یوں یہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قرآنی تعلیم کے مطابق ہے۔

۱۶۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :

"قرض ادا کیا جائے !"

ارشادِ باری تعالیٰ :

"فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ - الآية !"

(البقرة : ۲۸۳)

"اسے چاہیئے کہ اپنی امانت کو پوری پوری دیانت سے واپس کردے۔ اور اسی طرح اپنے نشوونما دینے والے کے قانون کی نگہداشت کرے۔"

(مفہوم القرآن ۱/۱۱۲)

اس آیت میں امانت سے مراد قرض ہے۔ جیسا کہ "قرآنی قوانین" کے ص۱۱۸ پر اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جبکہ مذکورہ بالا آیات (الانفال : ۲۷ — النساء : ۵۸) بھی اس جملے کی قرآنی تعلیمات سے مطابقت پر دال ہیں۔ کیونکہ قرض بھی بطورِ امانت ہی لیا جاتا ہے۔ جس کا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

۱۷۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :

"عاریت واپس کی جائے !"

عاریت کو واپس نہ کرنا، بلکہ ہضم کر جانا، باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھانے میں داخل ہے۔ اور قرآنِ مجید نے اس سے منع فرمایا ہے :

"وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ - الآية !" (البقرة : ۱۸۸)

پھر عاریت، مستعیر کے پاس بطورِ امانت ہوتی ہے، اور امانت کی ادائیگی کے متعلق قرآنی آیات اوپر درج کی جا چکی ہیں۔

۱۸۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :

"عطیہ لوٹایا جائے !"

ارشادِ باری تعالیٰ :

"وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا - الآية !"

(النساء : ۸۶)

امام رازیؒ فرماتے ہیں :

"وَاعْلَمْ اَنَّ لَفْظَ التَّحِيَّةِ، عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، صَارَ كِنَايَةً عَنِ الْاِكْرَامِ فَجَمِيْعُ اَنْوَاعِ الْاِكْرَامِ يَدْخُلُ تَحْتَ لَفْظِ التَّحِيَّةِ" (تفسیر کبیر ۱۰/۲۱۵)

یعنی لفظِ "تحیۃ"، عزت و توقیر اور اکرام و احترام کی جمیع اقسام کو شامل ہے، (خواہ یہ سلام کہنے سے متعلق ہو یا عطیہ اور تحفہ دینے سے!)

آیتِ مذکورہ بالا (النساء: ۸۶) میں چونکہ ہر قسم کے "تحیۃ" کو لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا "عطیہ کو لوٹانا" بھی قرآنی تعلیمات کے مطابق ہے۔

۱۹- ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے!"

مصارفِ صدقات کا ذکر کرتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ- الاٰية!" (التوبۃ: ۶۰)

آیت میں "غارمین" کے لفظ کا مفہوم، غلام پرویز نے (مفہوم القرآن ۴۳۲/۱) میں یوں لکھا ہے:

"ایسے لوگ جو دشمن کے تاوان یا قرض کے بوجھ کے نیچے اس طرح دب گئے ہوں کہ اس کا ادا کرنا ان کے بس میں نہ ہو۔"

چنانچہ قرآنِ مجید کی رُو سے "غارم" کی اعانت، صدقات کی مد سے اسی لیے کی جا سکتی ہے کہ وہ (ضامن) تاوان (کی ادائیگی) کا ذمہ دار ہے!

قارئینِ کرام، یہ تھا شبلی نعمانی کی کتاب "سیرۃ النبیؐ" سے "طلوعِ اسلام" کا نقل کردہ وہ خطبہ حجۃ الوداع، جسے اس نے اپنی کوتاہ بینی سے، یا دھوکا دہی سے کام لیتے ہوئے قرآنی تعلیمات کے منافی بتلایا اور اس بنا پر اسے ناقابلِ قبول بنانا چاہا ہے، حالانکہ قبولیتِ حدیث کے لیے "مسلّمہ پرویزی قاعدے" کے تحت بھی اس خطبہ کا ایک ایک جملہ قرآنی تعلیمات کی سچی تصویر ہے، جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا!

اب ہم سیرۃ النبیؐ لابنِ ہشام سے مورخ ابن اسحاق کے نقل کردہ خطبہ حجۃ الوداع

کے فقرات نمبروار درج کرتے ہیں۔ اور حسبِ سابق ان کی تائید و تصحیح کے لیے بھی قرآنی آیات، اور پھر ان آیات کا مفہوم پرویزی لٹریچر سے نقل کرتے ہیں ۔۔۔ واضح رہے کہ خطبہ حجۃ الوداع کے جو جملے سطورِ بالا میں زیرِ بحث آ چکے ہیں، انہیں یہاں دوہرانے کی ضرورت نہیں، لہٰذا ان سے صرفِ نظر کیا جا رہا ہے۔

۱۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"لوگو، سنو میں جانتا نہیں کہ شاید اس سال کے بعد اس جگہ میں تم سے کبھی ملوں۔"

اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے دنیا سے تشریف لے جانے کا ذکر فرما رہے ہیں، جبکہ قرآنِ مجید میں ہے:

"اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔" (الزمر: ۳۰)

بہر حال ان لوگوں سے جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں، تو نے بھی مرنا ہے، انہوں نے بھی مرنا ہے۔" (مفہوم القرآن۔ پرویز ۲/۱۰۷۵)

موت و حیات کا علم چونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان میں "شاید" (اردو ترجمہ) کا لفظ موجود ہے۔

۲۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"تم عنقریب اپنے رب سے ملو گے، وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔"

مرنے کے بعد رب تعالیٰ سے ملنے کا تذکرہ قرآنِ مجید کی اس آیت میں موجود ہے:

"وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ الآية"

(الانعام: ۹۵)

"اور خدا کہے گا کہ (تمہیں اپنے متبعین پر بڑا ناز تھا لیکن) آج تم ہماری عدالت میں تنہا آ گئے، ایسے ہی تنہا جیسے ہم نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا تھا ....!"

(مفہوم القرآن، ۱/۳۱۰)

جبکہ اعمال کی باز پرس کا ذکر قرآنِ مجید کی ان آیات میں موجود ہے:

"وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ۔"

(الصّٰفّٰت: ۲۴-۲۵)

"لیکن انہیں ذرا ٹھہراؤ تاکہ ان سے کچھ باتیں پوچھ لی جائیں، ان سے پوچھا جائے گا کہ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟" (مفہوم القرآن ۱۰۳۶/۲)

نیز فرمایا:

"وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" (النحل: ۹۳)

"اور یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ تم اپنے ہر عمل کے ذمہ دار ٹھہرو!" (مفہوم ۶۱۷/۲)

۳۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"میں ہر عمل کے متعلق تمام احکام تمہیں پہنچا چکا ہوں۔"

ارشادِ باری تعالیٰ:

"وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ" (النور: ۵۴)

"رسول کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ تم تک احکامِ خداوندی واضح طور پر پہنچا دے۔" (مفہوم القرآن ۸۱۰/۲)

۴۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو، اسے چاہیے کہ وہ اس امانت کو مانگنے پر اس شخص کے حوالے کر دے۔ جس نے امانت دار سمجھ کر رکھی تھی۔"

ارشادِ باری تعالیٰ:

"فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ - الآية!" (البقرة: ۲۸۲)

"اگر تم ایک دوسرے پر اعتماد کرو، تو جس شخص پر اعتماد کیا گیا ہے، اُسے چاہیے کہ اپنی امانت کو (پوری پوری دیانت سے) واپس کر دے اور اس طرح اپنے نشو و نما دینے والے قانون کی نگہداشت کرے۔" (مفہوم القرآن ۱۱۲/۱)

۵۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اب تمہاری اس سرزمین میں کبھی اس کی پرستش کی جائے گی۔"

ارشادِ باری تعالیٰ:

"وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا - الآية!" (الحج: ۲۶)

"اس مرکزِ نظامِ خداوندی کی تاسیس ابراہیم کے ہاتھوں عمل میں آئی تھی، تاکہ انسانوں کے لیے مملوکیت صرف خدا کی رہ جائے، اس میں کسی اور کو شریک نہ کیا جائے۔" (مفہوم ۷۵۷/۲)

—— جب اس مرکز (کعبہ) میں، جو کہ مکہ مکرمہ میں ہے، حاکمیت صرف خدا کی ہوگی تو شیطان کو اس جگہ خدا کی حاکمیت میں شریک نہ کیا جا سکے گا۔ چنانچہ اس سرزمین میں شیطان کی پرستش کی نفی کر دی گئی۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ" (الحج: ۲۵)

"لیکن جو اس میں (مسجد الحرام میں —— آیت کی ابتداء میں مسجد حرام کے الفاظ موجود ہیں —— ناقل)، ظلم و زیادتی کے ساتھ حق کی راہ سے ذرا بھی ادھر ادھر ہٹے گا، اسے الم انگیز سزا دی جائے گی۔" (مفہوم ۷۵۵/۲)

—— حق سے اعراض بھی شیطان کی پرستش ہے جو کہ باعثِ عذاب ہے —— اور آیت میں "مَنْ" کلمۂ عموم ہے جس میں شیطان وغیرہ سب ظالم داخل ہیں۔

۶۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم:

"لیکن اگر اس کی اطاعت کی جائے تو وہ تمہارے ان اعمال سے جنہیں تم حقیر سمجھتے ہو، راضی ہو جائے گا۔"

—— وہ اعمال، جن کو انسان معمولی اور حقیر سمجھ کر گزرتا ہے، شیطان کے پسندیدہ مشاغل ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ○ لَّعَنَهُ اللَّهُ ۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ○ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ

خَلْقَ اللّٰہِ ؕ وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا" (النساء : ۱۱۷ تا ۱۱۹)

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

"مَعْنَی الْاٰیَۃِ اَنَّ الشَّیْطٰنَ لَعَنَہُ اللّٰہُ قَالَ عِنْدَ ذٰلِکَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِکَ حَظًّا مُّقَدَّرًا وَھُمُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ خُطُوَاتِہٖ وَیَقْبَلُوْنَ وَسَاوِسَہٗ"

(تفسیر کبیر ۱۱/۴۷)

یعنی شیطان الملعون نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ میں تیرے بندوں سے ایک معین حصہ اپنے ساتھ ملا لوں گا، اور وہ ایسے لوگ ہیں جو کہ اس کے نقش قدم پر چلتے اور اس کے القاء کردہ وسوسوں کو قبول کر لیتے ہیں!"

۷۔ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم :

"لوگو! نسئی یعنی حرمت والے مہینوں کو آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ :

"اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِئُوْا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔ الاٰیۃ" (التوبہ : ۳۷)

کہ "امن کے کسی مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے۔ اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں، ایک سال تو اس کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام، تاکہ ادب کے مہینوں کی، جو خدا نے مقرر کئے ہیں، گنتی پوری کر لیں اور جو خدا نے منع کیا ہے اس کو جائز کر لیں۔"

مستشرق پرویز نے لکھا ہے :

"نَسَأَ الشَّیْئَ کسی چیز کو پیچھے ہٹا دینا، مؤخر کر دینا۔ سورہ توبہ میں ہے "اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ" (۹/۳۷) "یقیناً نسئی کفر میں ایک اضافہ ہے۔" ویسے تو قرآن کریم نے یہ کہہ کر اس کی تشریح کر دی ہے کہ یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا (۹/۳۷) ایک سال اسے حلال قرار دیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام کر دیتے ہیں۔" (لغات القرآن ۴/۱۶۰۲)

(جاری ہے)